کے بعد زندہ رہ جانے والے ساتھیوں پر بھی برتری کا احساس درکار ہے۔

[کیرن انڈریالو سٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک میں شعبہ علم بشریات میں پروفیسر ہیں۔]

دسویں صلیبی جنگ

الیگزینڈر کوکبرن*

ترجمہ: تورا کینہ قاضی

مرنے والوں کے مرثیوں اور انکی یادوں کی رسومات کے ساتھ ہی سب سے اضطراب انگیز سوال یہ سامنے آتا ہے: ''کیا دہشت گردی کے خلاف واقعی کوئی جنگ لڑی جارہی ہے؟ اگر ہاں تو اس کے مقاصد کیا ہیں؟''

طالبان کا زور ٹوٹ چکا ہے۔ افغانستان کے کھیتوں میں پھر سے پوست کی کاشت شروع ہو چکی ہے۔ فوجی بجٹ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ ہر سرنامہ عراق پر حملہ کی دھمکی کے بگل بجا رہا ہے۔ وطن [امریکہ] کے اندرونی محاذ پر حقوق کے مسودۂ قانون (Bill of Rights) کے خلاف جنگ پورے زور و شور سے لڑی جارہی ہے۔ خواہ اس سے اٹارنی جنرل جان ایش کرافٹ کی مقبولیت میں روز بروز کمی ہی کیوں نہ واقع ہو رہی ہو جن کے غیر آئینی اقدامات پر جج صاحبان بھی شدید ناراضگی کا اظہار کر چکے ہیں۔

ان اقدامات کے نتیجے میں ابھرنے والے ہنگاموں میں جو آئینی نقصان ہوگا اس کی تلافی کے لیے کئی نسلیں درکار ہوں گی۔ کئی عشروں سے ملک میں موسم گرما میں گھاس کے اندر پیدا ہونے والے کھڑکھڑاتے سانپوں کی طرح ہنگامی قوانین نافذ ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ''ہیومن رائیٹس واچ'' کے جوآن میریز نے مجھے بتایا تھا کہ ''دشمن لڑاکوں'' کو بغیر مقدمہ چلائے اور بغیر وکیل مہیا کیے حراست میں لینے اور نظر بند رکھنے کے لیے حکومت جس قانونی استحقاق کو استعمال کر رہی ہے وہ ایک ہڑتال توڑ (strikebreaking) فیصلہ ہے۔ [امریکی] حکومت کے ۲۷ اگست کے Padilla ''دشمن جنگ باز'' مقدمے کے قانونی خلاصہ میں سپریم کورٹ کے ۱۹۰۹ء میں موئر (Moyer) بمقابلہ پی بوڈی

* Alexander Cocburn, "The tenth Crusade" *The Nation*, New Yark, Sep. 23, 2002, p.9

(Peabody) مقدمے کے فیصلے پر بہت زیادہ انحصار کیا گیا ہے۔

یہ مقدمہ چارلس موئر سے تعلق رکھتا تھا جو کالوریڈو کی ایک ہیجان زدہ ٹریڈ یونین ویسٹرن فیڈریشن آف مائیز ز کا صدر تھا۔ اس یونین نے پرتحفظ حالات کار، چائلڈ لیبر کے خاتمہ، کمپنی کی کچی رسید کی بجائے نقد رقم کی صورت میں معاوضہ دینے پر اصرار جیسی انقلابی اصلاحات کے لیے جدوجہد کی تھی۔ کالوریڈو کے گورنر نے اس ٹریڈ یونین کو کچلنے کے لیے اعلان کر دیا کہ اس نے بغاوت برپا کر دی ہے اور ریاستی فوج بلا لی اور موئر کو بلا جواز اور بغیر کسی قانونی کارروائی کے ڈھائی ماہ کے لیے نظر بند کر دیا۔

ایک رائے میں، جو چاپلوسانہ انداز میں قوت عاملہ کو تسلیم کر لیتی ہے، سپریم کورٹ نے (بحری جہاز کے کپتان کا استعارہ استعمال کرتے ہوئے) موئر کی نظر بندی کو برقرار رکھا۔ اس نے یہ استدلال پیش کیا کہ فوج تو ہڑتالیوں پر فائر بھی کر سکتی تھی (عدالت کے الفاظ میں ''غیر قانونی باغی گروہ'') تو موئر کو محض نظر بندی کی شکایت کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ اب حکومت Padilla کیس کے قانونی ملخص کو وجۂ جواز بنا کر یہ دلیل پیش کرتی ہے کہ جو کچھ ایک ریاست کا گورنر کر سکتا ہے، ملک کا صدر اس سے بھی بدرجۂ اتم کر سکتا ہے۔

اب عین ہماری آنکھوں تلے حکومت کا ایک نیا خفیہ بازو بڑی ہوشیاری کے ساتھ خوفناک رمزفیلڈ کے ذریعے وجود میں لایا جا رہا ہے جس نے سیکرٹری آف سٹیٹ پاول کی جگہ سنبھال لی ہے۔ رمزفیلڈ برسرِ عام ایسے بیانات جاری کر رہا ہے جو اسرائیل کے مغربی کنارے، غزہ پر قبضہ اور یہودیوں کی بستیوں کے بارے میں امریکہ کی سرکاری پالیسی کی تردید کرتے ہیں۔ رمزفیلڈ نے کانگریس سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایک نئے انڈر سیکرٹری برائے دفاع کو یہ اختیار دے دے کہ وہ تمام خفیہ دفاعی معاملات کی نگرانی کرے اس نے یہ درخواست بھی کی ہے کہ اس محکمہ کو زیادہ پاؤں پھیلانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ وسیع پیمانے پر اپنا کام کر سکے۔ اس کے ساتھ ہی ۱۸۷۸ء کے Posse Comitatus Act کو یا تو کوڑے میں پھینک دیا جائے یا مٹا دیا جائے جو داخلی قوانین کے نفاذ میں امریکہ کے فوجی کردار کی کسی بھی قسم کی مداخلت کی ممانعت کرتا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ فوجی حکومت کا سایہ شفاف گنبد کے اندر اور بھی واضح طور پر دکھائی دینے لگا ہے۔

اسامہ بن لادن کی تقاریر اور پیغامات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دہشت گرد ہوابازوں کو امریکیوں سے کچھ شکایات اور رنجشیں تھیں۔ وہ چاہتے تھے کہ امریکی فوج سعودی عرب سے نکل جائیں۔ وہ امریکہ کو اسرائیل کے سب سے بڑے پشتیبان اور فلسطینیوں پر توڑے جانے والے مظالم کے اخراجات کے کفیل کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔ وہ ان پابندیوں کی مذمت کرتے تھے جو عراق کی شہری آبادی کو مارے ڈال رہی تھیں۔

ایک سال گزرنے کے بعد بھی امریکی فوج بدستور سعودی عرب میں موجود ہیں۔ شیرون کے لیے امریکی تائید وحمایت میں اور بھی زیادہ جوش وخروش پیدا ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی صدام حسین کے خلاف اس قسم کے ہوائی حملوں کے لیے زمین ہموار ہو رہی ہے جو تباہ کن بمباری کے ساتھ شروع ہوں گے اور عراق کی شہری آبادی کو ۱۹۹۰ء کے ابتدائی دنوں کے بدترین مصائب میں دھکیل دیں گے۔

ریاستوں کے خلاف دہشت گردی سیاسی مایوسیوں کی سڑانڈ کی پیداوار ہوتی ہے۔ ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں کرۂ ارض کی آدھی آبادی یعنی دو ارب اسی لاکھ لوگ دو ڈالر یومیہ سے بھی کم آمدنی پر گزارا کرتے ہیں۔ سب سے امیر دو کروڑ پچاس لاکھ امریکی اسی سیارے کے دو ارب سے زیادہ غریب ترین لوگوں سے زیادہ آمدنی حاصل کرتے ہیں۔ پچھلے تمام سال اقتصادی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے تھے۔ سب سے بڑھ کر دھماکہ خیز صورت حال لاطینی امریکہ میں پیش آئی جہاں پیرو، ارجنٹائن اور وینزویلا سب بحرانوں تلے کراہ رہے ہیں۔

کیا کوئی چیز عراق کی خودسری کے خلاف ہنگامہ آرائی روک سکتی ہے؟ وال سٹریٹ پر ایک حقیقی سرد بازاری یقیناً اسے التوا میں ڈال دے گی۔ ایسے ہی جیسے توانائی کی قیمتوں میں اضافہ، اگر واقعی جنگ شروع ہو جائے تو، معیشت کو کمر توڑ ضرب لگائے گا جبکہ اس کو اس کی بالکل ہی ضرورت نہیں ہے۔

عراق پر حملہ کس طرح دہشت گردی کے خلاف جنگ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ انتظامیہ نے ابتداء میں، غالباً بعد میں پچھتانے کے لیے، اس دعوے کو ترک کر دیا تھا کہ عراق گیارہ ستمبر والے حملوں میں ملوث تھا۔ طالبان کے افغانستان سے ہٹا کر جس بڑی قوم پر الزام لگایا جا سکتا ہے وہ سعودی عرب تھا جو القاعدہ کے بہت سے دہشت گرد ہوابازوں کا ملک تھا۔